

راجندر سنگھ بیدی اردو افسانے میں پنجابی تہذیب کے معمار

Rajinder Singh Bedi Architect of Punjabi Civilization in Urdu Fiction

زہرہ جمیل

پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور

ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری

شعبہ اردو جامعہ پشاور

Abstract

Rajendrasingh Bedi is one of the representative fiction writers of Urdu. In his fictions, he has written about Punjab's civilization and culture, social thought and lifestyle, psychological complications in rural society, poverty, rural philosophy and traditions, sexual feelings, feeling of greatness in poverty at the same time he has presented different corners and angles of metropolitan city life in his stories.

Key words: Rajendrasingh Bedi, Urdu fiction, Punjab's civilization, culture, traditions

راجندر سنگھ بیدی اردو کے نمائندہ افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں اپنے افسانوں میں انہوں نے پنجاب کی تہذیب و ثقافت، معاشرت فکر اور طرز زندگی، دیہی معاشرے میں موجود نفسیاتی پیچیدگیوں، مفلسی، دیہی فلسفے اور روایات، جنسی جذبات، مفلسی میں عظمت کے احساس، خوداری اور میٹروپولیٹن سٹی زندگی کے مختلف گوشوں اور زاویوں کو پیش کیا ہے۔

اردو افسانہ نگاری کی تاریخ کچھ زیادہ قدیم نہیں ہے پر ہم چند^۱ نے جب اردو افسانہ نگاری کی ابتدا کی تو ان کے سامنے بھی دیہات کا منظر نامہ تھا اور ایک ایسا دور تھا جس میں پرانی اقدار مٹ رہی تھیں اور نئی قدریں جنم لے رہی تھیں۔ عالمی سطح پر کساد بازاری بہت زیادہ بڑھ چکی تھی اور پوری دنیا ایک بہت بڑے جنگ کی تیاری کر رہی تھی ایسے میں ہندوستان جہاں انگریزوں کی حکومت تھی اور انگریز ہندوستانوں کو اپنی جنگی ضرورتوں کے لیے استعمال کرنے کی تیاری کر چکے تھے^۲، ہندوستان میں اس دور میں کلکتہ، دہلی، بمبئی، کراچی، لاہور وغیرہ کو چھوڑ کر باقی آبادی دیہی علاقوں پر مشتمل تھی جہاں زندگی کسی چوہدری، ملک، نواب، خان، یا ڈیرے کے حکم سے شروع ہوتی تھی اور اسی کے حکم سے ختم بھی ہو جاتی تھی۔ انگریز سرکار ان کے کاموں میں زیادہ مداخلت نہیں کرتی تھی اس لیے کہ ضرورت پڑنے پر یہی لوگ ان کے لیے نظام حکومت چلانے میں معاون ثابت ہوتے تھے اس لیے ہندوستان بھر کے دیہی ماحول کے دکھ الگ تھے ان کے مسائل الگ تھے، پریم چند نے اسی ماحول کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ پھر شہروں میں ایک طبقہ تھا جو مغرب سے بے حد متاثر تھا ان کا رہن سہن، خوراک و پوشاک، سوچ اور فکر سب مغرب سے مستعار تھے سجاد حیدر یلدرم نے اس طبقے کی نمائندگی اپنے افسانوں میں کی، ایک طبقہ خواتین کی قربت اور ان کے مسائل کو بھی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا راشد الخیری نے اپنے افسانوں میں خواتین کی زندگی کے مسائل اجاگر کیے، جب پہلی جنگ عظیم اختتام پذیر ہوئی تو دنیا میں نئے مسائل جنم لینے لگے سوچوں کے محور بدلنے لگے، شناخت کی ضرورت نئے تقاضوں کے سنگ ہر فرد کا مسئلہ بن گئی، اب نئی باتیں سننے کو ملنے لگیں، مغرب سے بھی بغاوت کی خبریں آنے لگیں پرانے متھے ٹوٹنے لگے یوں ایک طبقہ رومان میں اپنے غم غلط کرنے لگا اور دوسرا طبقہ ترقی پسندی کی آڑ میں معاشرے میں پسے ہوئے طبقوں کی آواز بلند کرنے لگا یہ وہ دور تھا جب جنس کو افسانے کا موضوع بنایا گیا، کرشن چندر، منمو اس دور میں بہت نمایاں ہیں، دوسری جنگ عظیم کے بعد تو جیسے ہندوستان کی دنیا ہی بدل گئی ہندوستان تقسیم ہو گیا دنیا درجن بھر ملکوں سے

ایٹانک سینکڑوں ملکوں میں تقسیم ہو گئی زبان، مذہب، خاندان، دائیں بازو بائیں بازو کے جھگڑے پھر سے ہونے لگے تقسیم میں فسادات کا نہ رکے والا سلسلہ شروع ہوا لوگوں کے ذہنوں اور علاقوں میں لکیر کھینچ گئی، عداوتوں کے نئے سلسلے شروع ہوئے مگر جو چیز نہیں بدلی وہ ہندوستان کے دونوں خطوں میں دیہی زندگی تھی، شہروں میں باوبدل گئے نئی فوج آگئی نئی سرکار آگئی مگر گاؤں میں چوہدری، ملک، خان، وڈیرہ وہی تھے اور وہی رہے پہلے انگریز سرکار کو ان کی ضرورت تھی اب ہندوستان و پاکستان کے سرکار کے ہاں بھی معتبر تھے اس لیے اردو افسانے میں پریم چند سے لیکر راجندر سنگھ بیدی تک گاؤں کا ماحول ایک ہی ہے، خصوصاً پنجاب کے گاؤں کا ماحول جہاں زندگی کچھ حسرتوں اور تلخ یادوں کے بیچ دھیرے دھیرے ناامیدی کے بیچ ہوتی آگے کو بڑھ رہی تھی راجندر سنگھ بیدی اسی تسلسل کو اپنے افسانوں میں دیکھاتے ہیں اور پنجاب کی زندگی کے منظر نامہ میں نئے بابوں کا اضافہ کرتے ہیں۔

بیدی کے افسانوں میں ان کے تخلیق کردہ کردار "نامیاتی حقیقت" ہیں ان کرداروں کی زبان میں ایک کھر دراپن ہے یہ کرشن چندر کے کرداروں کی طرح شاعرانہ زبان نہیں بولتے افسانے کے حقیقی ماحول میں جو زبان حقیقی کرداروں کی ہوتی ہے وہی ان کے افسانوں کی زبان ہے، ان کے افسانوں میں عورت صرف دل جوئی کا سامان نہیں ہے بلکہ اس تلخ معاشرے کا حقیقی کردار ہے جو رشتے نبھاتے اور مسائل سے نہر آزمائش ہر بھائی باپ کے ساتھ برابر کی شریک ہے اس لیے ان کے افسانوں کے موضوعات بہت بڑے بڑے نہیں ہیں وہ بظاہر غیر اہم اور عام سے موضوع کو افسانہ کا موضوع بناتے ہیں لیکن ان کا بیان اتنا چست اور مکمل ہوتا ہے کہ قاری ہر جملے کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے وہ زندگی کا مطالعہ گہرائی میں جا کر کرتے ہیں اس لیے ان کا قاری پوشیدہ حقائق اور سماجی مسائل کو سمجھنے اور سلجھانے میں کہانی کی ترتیب میں گم ہو کر آخر تک کہانی پڑھتا چلا جاتا ہے۔

بیدی کی زندگی ابتداء میں گاؤں اور پھر ایک میٹر پولیٹین شہر میں بسر ہوتی ہے ان کے افسانے "لا جوتی" "اپنے دکھ مجھے دے دو" اور "پیکلیپٹس" "پان شاپ" پہلے دو افسانے میں گاؤں کا بیچ پوشیدہ ہے اور آخری دو افسانوں میں شہروں کے اسرار سمونے ہوئے ہیں، اتنا عمیق مشاہدہ اردو میں کسی دوسرے افسانہ نگار کا نہیں ہے کہ گاؤں اور شہر کی نفسیات کو بھی سمجھے اور ان کے نظاموں سے نفرت کیے بغیر ان کا ایسا منظر نامہ پیش کرے کہ قاری خود کو ان افسانوں میں پیش کردہ مسائل کا شکار سمجھے یہ فن روسی ادیب چیخوف کو عظیم افسانہ نگار بنا دیتا ہے اردو افسانہ میں اس کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں گزشتہ پوری صدی کی روح قید ہے وہ سب کچھ جو مورخ قلمبند نہ کر سکا اور عام لوگ اس پر بول نہ سکے وہ افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں بیان کر دیئے ہیں۔ گزشتہ صدی کے دکھ، ایسے اور سوچ کو تحریر میں محفوظ کرنے والے تمام افسانہ نگار بہت بے رحم تھے۔ پریم چند، منمو، کرشن چندر، بیدی، عظمت چغتائی، غلام عباس، احمد ندیم قاسمی، عرش صدیقی ان سب نے کہانی کو مرنے نہیں دیا اور سب نے اپنے اپنے حصہ کا آکسیجن افسانے کو دیا مگر ان سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حقیقی ماحول کو پیش کیا، پیش کش کی صورتیں مختلف ضرور ہیں اور سے اردو افسانے کا کیونس اتنا وسیع ہوا کہ اس میں پوری صدی کی تاریخ سمو گئی۔

بیدی کے افسانوں کا موضوع جذباتی، نفسیاتی، معاشرتی اور سماجی گھٹیوں کو نئے انداز میں پیش کرتا ہے ان پر ان کے افسانے "مستن" کے حوالے سے فحش نگاری کا الزام لگایا جاتا ہے مگر اس افسانے میں انہوں نے ایک آرٹسٹ کی زندگی کے گھٹن زدہ زندگی کے کرب کو حقیقی زندگی کے تناظر میں پیش کیا ہے، ان کے افسانوں میں نفسیاتی پوسٹ مارٹم بھی بہت زیادہ ہیں ان کا افسانہ "جنائزہ کہاں ہے" جس میں ایک مزدور کی زندگی کو نفسیاتی تناظر میں اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی، بیدی نے طوائفوں کو بھی موضوع بنایا ان کا افسانہ "کلیانی" جس میں ایک نئے زاویے سے طوائف کی زندگی کو دیکھا اور پیش کیا گیا ہے جس کی توقع قاری کہانی شروع کرتے ہوئے کر ہی نہیں سکتا، ان کے افسانے پنجاب تک محدود نہیں رہے بلکہ انہوں نے دیگر شہروں کی زندگی پر بھی قلم اٹھایا ہے ان کا افسانہ "قطعل" کشمیر یوں کی زندگی پر لکھا گیا ہے۔

سماج میں عورت کی زندگی بہت مشکل ہے خصوصاً ہندوستان میں ہندو عورت کی زندگی بہت سی مشکلات کا شکار رہی ہے ان کا افسانہ "گر بن" اس کی خوبصورت مثال ہے۔ بیدی کا دور ایسا تھا جس میں سب سے بڑا موضوع جنس کا تھا بیدی بھی یقیناً اس سے لائق نہیں رہ سکتے تھے مگر اپنے پیش روں اور بعد کے افسانہ نگاروں کے مقابلے میں بیدی کا بیانیہ نسبتاً ثریفانہ ہے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ خود کو ترقی پسندی کے اس مصنوعی خول میں بند نہ کر سکے جس کا شکار دوسرے افسانہ نگار ہوئے یا پھر ان کی تربیت ایسی تھی کہ وہ جنس کا بیباک اظہار نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے افسانوں میں جنس موجود ہے اور کچھ افسانوں میں تو ساری کہانی ہی جنس کے گرد گھومتی

ہے مگر مغنوں اور دوسروں کے مقابلے میں بیدی کے ہاں افسانوں میں کہانی پہلے اور جنس کو کہانی کی ضرورت کے طور پر شامل کیا گیا ہے جبکہ دیگر کے ہاں کہانی جنس کے لیے لکھی گئی اس فرق کی وجہ سے دیگر معاشرتی مسائل جو نظر انداز ہو رہے تھے وہ بیدی کے ہاں بہت نمایاں ہیں۔

بیدی کثیر المطالعہ افسانہ نگار ہیں^{viii} انہوں نے پریم چند، ڈی ایچ لارنس، موپاساں، جینوف اور دیگر مغربی اور روسی ادیبوں کو پڑھا تھا جس کا اثر بھی ان کے افسانہ نگاری پر موجود ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستان پاکستان میں روسی ادب کو بہت ذوق و شوق سے پڑھا گیا اس کی ایک وجہ تو کیونز اور مغرب یعنی انگریزوں سے نفرت تھی اور دوسری وجہ صنعتی ترقی کے حوالے سے روسی نظام کے بارے میں وہ خوش کن خیالات تھے جو ہندوستان و پاکستان کے پسے ہوئے طبقے اور فکری مرکز نہ رکھنے والے ادیبوں کو راہ نجات کا ذریعہ معلوم ہوتے تھے اور اسی دور میں ادیبوں کے ہاں روسی ادب کے موضوعات اور ان کی تکنیک اپنانے کا عمل زور و شور سے جاری تھا بیدی اس سلسلے میں بہت محتاط رہے انہوں نے روسی مطالعہ کو ہضم کیا اور حقیقی سچائی تک رسائی کے لیے اپنے ارد گرد کے ماحول کو ہی چنا اس لیے ان کے افسانوں سے پنجاب اور ہندوستان کے شہروں کی بو آتی ہے۔ بیدی اور دیگر افسانہ نگاروں میں ایک بڑا فرق زبان کے استعمال کا بھی ہے وہ دیگر افسانہ نگاروں کی طرح بہت معروف زبان کا استعمال نہیں کرتے بلکہ پنجاب کی ایسی زبان اور اصطلاحات بھی استعمال کرتے ہیں جن سے دوسرے قطعاً ناواقف ہوتے ہیں اس سے ابلاغ کا مسئلہ ضرور پیدا ہوتا ہے مگر کہانی میں اور بیچنیلٹی بڑھ جاتی ہے۔

بیدی کے افسانوں میں ان کے مضبوط شخصیت کی وجہ سے بھی بہت ٹھہراؤ ہے جبکہ منو، عظمت اور دیگر کے ہاں اس کا فقدان ہے اس لیے ان کے ہاں اعتدال کی کمی ہے بیدی اپنے آپ سے مطمئن ہیں وہ معاشرے اور ماحول سے شناکی ضرور ہیں لیکن اپنی ذات سے مطمئن ہونے کے سبب مسائل کا ادراک بہتر انداز سے کر لیتے ہیں اس لیے ان کے ہاں اعتدال و توازن برقرار ہے اور یہی خصوصیت ان کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز بنا دیتی ہے۔

ان کے افسانوں میں انسانی رشتوں کی پیش کش بہت جاذب نظر ہے ان کے افسانوں میں انسانی رشتوں کے حوالے سے نفسیات الجھنیں بھی ہیں اور سماجی حدیں بھی وہ زندگی کی انجھ کو حقیقی زندگی کی تصویر میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں حقیقتوں کی مرقع کشی سے ان کے افسانے معمور ہیں۔ افسانہ نگاری کی سب سے بڑی خصوصیت جس کو ناقدین نظر انداز کر دیتے ہیں وہ ہے کہانی کہنے کا فن۔ اکثر افسانہ نگاروں کو یہ فن نہیں آتا اس لیے ان کے افسانے قاری کے ذہنوں پر وہ نقش نہیں چھوڑتے جو ان کے افسانوں کو عظمت عطا کرے۔ اردو افسانہ نگاری کی تاریخ میں بیدی ان معدودے چند افسانہ نگاروں میں شامل ہیں جن کو کہانی کہنے کا فن آتا ہے شاعر اور افسانہ نگار میں بڑا فرق یہ ہے کہ شاعر اپنی بات ختم کر دیتا ہے اور افسانہ نگار اپنی بات ختم نہیں کرتا بلکہ اس بات کو ایک طویل تر تسلسل کے ساتھ جوڑ دیتا ہے جہاں سے آگے قاری اس کی تکمیل جاری رکھتا ہے۔

پریم چند کے بعد سماجی سروکار رکھنے والے بیدی ہی ہیں^{ix} وہ باشعور بھی ہیں اور سماجی کرب کو فن کی موثر زبان میں بیان کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں پریم چند سے بیدی تک آتے آتے البتہ اتنا فرق ضرور آیا ہے کہ بیدی خاموشی سے سماجی کرب کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں جبکہ اس سے پہلے سماجی کرب کو چیرا بھاڑا جاتا تھا بیدی نے چیر پھاڑ سے ہٹ کر اس کا آپریشن شروع کر دیا ان کا خاموش مزاج اس سلسلے میں ان کا معاون بناوہ متوسط طبقے کی کہانیاں لکھتا ہے انہوں نے زیادہ تر شرفاء کی زندگی کو موضوع بنا یا، سکھ اور ہندو گھرانوں کے مسائل اجاگر کیے ان کے کرداروں کے طبقاتی، خانگی اور معاشی مسائل اور ان کے نفسیاتی و جذباتی کشمکش کو پیش کیا وہ واحد اردو کے افسانہ نگار ہیں جنہوں نے ہندو دیومالا سے بھی استفادہ کیا اور کمال خوبصورتی سے ہندو سکھ معاشرے کے وہ دکھ جو دیگر مذہب کے لوگوں کے علم میں نہیں تھے انہیں افسانوں میں بیان کیا۔

راجندر سنگھ بیدی اردو افسانہ نگاری کے اس قبیل کے فرد ہیں جنہوں نے افسانہ کو مقامی کہانی پنجاب میں بولی جانے والی زبان کے الفاظ کا ڈکشن اور مسائل کا حل اپنی مٹی سے خوشبو میں بتایا ہے۔ ان کے افسانوں میں پنجابی تہذیب سانس لیتی ہے اور وہ اس دور میں جب ہر طرف مغربی اور روسی ادب کی نقالی تھی اپنی مٹی سے جڑے رہے اور پنجابی تہذیب کو اپنی کہانیوں میں پیش کرتے رہے ان کے کردار پنجاب کے مٹی کے ہیں ان کے موسم اور تہوار مقامی ہیں اور ان کا لہجہ مقامی ہے ان خصوصیات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اردو افسانے میں پنجابی تہذیب کے معمار ہیں۔

i سید محمود کاظمی، راجندر سنگھ بیدی ایک سماجی و تہذیبی مطالعہ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶

ii قمر رئیس، پریم چند کے نمائندہ افسانے، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۸۶ء ص ۳

iii پہلی جنگ عظیم: ہندوستانی فوجیوں کی غیر معمولی کہانیاں <https://www.bbc.com/urdu/regional-46192350>

iv تقسیم ہند: وہ مسلمان، ہندو اور سکھ جنہوں نے درجنوں زندگیاں بچائیں،

<https://www.independenturdu.com/node/111466>

v راجندر سنگھ بیدی، لاجوتی، نیا ادارہ، دہلی ۱۹۶۶ء

vi راجندر سنگھ بیدی، اپنے دکھ مجھے دے دو، قومی کونسل برائے اردو، دہلی ۲۰۱۱ء

vii راجندر سنگھ بیدی، یوکلپٹس، نیا ادارہ دہلی ۱۹۶۸ء

viii پروین شہریار، ڈاکٹر، راجندر سنگھ بیدی کے زبان اور اسلوب کا مطالعہ، <https://www.punjnud.com/rajinder-singh->

[/bedi-ke-asloob-aur-zuban-ka-tanqedi-mutalia](https://www.punjnud.com/rajinder-singh-/bedi-ke-asloob-aur-zuban-ka-tanqedi-mutalia)

ix سلام بن رازق، یادیں کچھ باتیں، <https://www.rekhta.org/articles/rajendra-singh-bedi-kuchh-yaadein->

[kuchh-batein-salam-bin-razzaq-articles?lang=ur](https://www.rekhta.org/articles/rajendra-singh-bedi-kuchh-yaadein-kuchh-batein-salam-bin-razzaq-articles?lang=ur)